

کیا ٹرینیک ٹھیک کرنے کیلئے اجازت کی ضرورت ہے؟

سنٹرل لندن میں ایک قریبی دوست کے ساتھ کھانے پر جانے کا اتفاق ہوا۔ باہم فیصلہ ہوا کہ اجو یروڈ پر آن گنت حلال ریسٹورنٹ ہیں، لہذا وہاں جایا جائے۔ ویسے برطانیہ یا کسی بھی مغربی ملک میں پاکستانی کسی غیر حلال چیز کو استعمال کرنے میں کوتا ہی نہیں کرتے۔ مگر جیسے ہی خوراک کا مسئلہ آتا ہے، صرف ایک سوال ہو گا کہ یہاں گوشت حلال ہے کہ نہیں۔ انہوں نے کبھی کسی میدے میں جا کر اتنا قسمی سوال نہیں ضائع کیا کہ یہاں استعمال ہونے والی اشیاء حلال ہیں کہ حرام۔ یہ ایک سماجی المیہ ہے اور ہر ایک کے علم میں ہے۔ محسوس کیا کہ دوست تھوڑا سا پریشان ہے۔ پریشانی کا الفاظ تھوڑا سا سخت ہے۔ میری دانست میں تھوڑا سا بے چین ہے۔ سمجھنے پایا کہ مسئلہ کیا ہے۔ خیر ریسٹورنٹ کے نزدیک پہنچے تو بے چینی کی وجہ سمجھ میں آگئی اور وہ کیفیت میرے اندر بھی عود کر آئی۔ سوال تھا کہ گاڑی کہاں پارک کی جائے۔ دور دور تک گاڑی کھڑی کرنے کیلئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ سڑک پر مختلف نشان لگے ہوئے تھے۔ گاڑیاں صرف ترتیب میں ہی لگائی جاسکتی تھیں۔ پچیس منٹ ادھرا دھر بھٹکتے رہے۔ پارکنگ کی کوئی جگہ نہ نظر آسکی۔ یہاں تک فیصلہ کر لیا کہ کھانا ہی ہے۔ کسی اور جگہ چلتے ہیں۔ دوست کہنے لگا کہ سنٹرل لندن میں ہر جگہ پر تقریباً ہبھی حال ہو گا۔ اتنے میں ایک خالی جگہ حادثائی طور پر نظر آگئی۔ اسکے ساتھ کالے رنگ کا ایک میٹر لگا ہوا تھا۔ گاڑی لگائی۔ میٹر میں ادا نیگ کے بعد چٹ لی اور اب یوں یوڑ پر ایک ہوٹل میں بیٹھ گئے۔ وہاں ماحول بے حد بہترین تھا۔ دنیا کے ہر کونے سے آئے ہوئے لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ ایک گھنٹہ گزر گیا۔ کھانا کھاتے ہوئے یک دم دوست اٹھا اور باہر چلا گیا۔ دس منٹ بعد آیا تو تعجب سے پوچھا کہ خیریت، کہاں گئے تھے۔ بتانے لگا کہ پارکنگ ایک گھنٹے کیلئے تھی۔ جا کر اس کالے میٹر میں دوبارہ پسیے ڈالے ہیں اور پارکنگ کو مزید ساٹھ منٹ کیلئے مختض کر لیا ہے۔ خیر جب واپس آئے تو دو گھنٹے گزرنے والے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد واپس ایسٹ کراوڈن چلے گئے۔ محسوس ہوا کہ سنٹرل لندن میں رش کے وقت جانا مناسب بات نہیں۔ کیونکہ پارکنگ کیلئے جگہ ملنی حدد رجہ مشکل ہو جاتی ہے۔ اپنے دوست سے ذکر کیا تو وہ ہنسنے لگا۔ دس سال سے لندن میں رہ رہا ہوں۔ مگر کو شش کرتا ہوں کہ اگردن کے وقت سنٹرل لندن جانا ہو تو بذریعہ ٹرین یا بس جاؤں۔ اس سے حدرجہ آرام رہتا ہے اور پارکنگ کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ میرے لیے یہ جواب حدرجہ حیرت انگیز تھا۔ کیونکہ لاہور یا کراچی یا کسی بھی بڑے شہر میں متمول بلکہ اوسط درجے کا شہری پلک ٹرانسپورٹ پر جانا پسند نہیں کرتا۔ میرا دوست تو خیر سے ڈاکٹر ہے۔ اور کافی حد تک بلکہ بہت زیادہ حد تک امیر شخص ہے۔ میری حیرت کو بھانپ کر کہنے لگا۔ لندن میں بس یا ٹرین کا استعمال کا سماجی سٹیمیں سے کوئی تعلق نہیں۔ یہاں ارب پتی لوگ بھی وقت بچانے کیلئے پلک ٹرانسپورٹ استعمال کرتے ہیں۔ اس دن سے لیکر آج تک جب بھی لندن یا کسی مغربی ملک میں گیا ہوں تو مقامی بس یا ٹرین استعمال کرتا ہوں۔ لندن میں خیر بسیں اس درجہ بہترین اور صاف سترھی ہیں کہ سفر کر کے مزا آتا ہے۔

یہ واقعہ بیان کرنے کی ایک وجہ ہے۔ تین دن پہلے لاہور میں دو پہر کے وقت برکت مارکیٹ جانے کا اتفاق ہوا۔ گارڈن ٹاؤن میں موجود یہ مارکیٹ خاصی پرانی ہے۔ قطعاً اندازہ نہیں تھا کہ دو پہر کو وہاں ٹرینیک کے کیا معاملات ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے تو مارکیٹ

میں داخل ہونے میں بیس منٹ لگ گئے۔ صرف اسلیے کہ ایک صاحب اپنی کار کو مختلف سمت سے لائے ہوئے تھے اور انکی اس حرکت کی وجہ سے ممکن ہی نہیں تھا کہ آپ گاڑی کو آگے لے جائیں۔ بیس منٹ میں تقریباً پچاس کے قریب گاڑیاں بچنس گئیں۔ نہ آپ آگے جاسکتے تھے اور نہ پیچھے۔ انتہائی بے بسی سے کھڑے ہوئے صرف ارڈر گرد یکھنے کی سہولت موجود تھی۔ دور دور تک ٹریفک پولیس کا عملہ موجود نہیں تھا۔ خیر قدرے تا خیر سے ایک نوجوان رضا کارانہ طور پر آیا تو ہاتھوں کے اشاروں سے ٹریفک کو ترتیب دینے کی کوشش کی۔ نوجوان کی کوشش بار آور ثابت ہوئی۔ اسکی معمولی سی محنت سے میں بیس منٹ بعد برکت مارکیٹ داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ نوجوان کوں تھا۔ کوئی پتہ نہیں۔ مگر اس نے بے حد ثابت طریقے سے لوگوں کی پریشانی کو قدرے کم کیا۔ برکت مارکیٹ میں ون وے ٹریفک ہے۔ پارکنگ کیلئے بھی کم از کم ماضی میں بہترین انتظام تھا۔ مگر اس وقت صورتحال یہ تھی کہ ہر طرف سے سیالب کے پانی کی طرح گاڑیاں اُمڈ اُمڈ کر آ رہی تھیں۔ ون وے کے احترام کا تو خیر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ موڑ سائیکل، ہاں موڑ سائیکل پینگوں کی طرح ہر طرف سے سڑک پر برس رہے تھے بلکہ رینگ رہے تھے۔ اگر اس وقت تین چار سو گاڑیاں تھیں تو موڑ سائیکلوں کی تعداد بہر حال ان گنت تھی۔ وہ سڑک، گھاس، باغ، فٹ پاٹھ، دکانوں کے درمیان ہر طرف موجود تھے اور آ جا رہے تھے۔ پہلی بار احساس ہوا کہ ملک میں موڑ سائیکلوں کی آبادی کے حساب سے تعداد مخصوص ہونی چاہیے۔ انکی سالانہ کھپت پر حکومت کی طرف سے ایک چیک ہونا چاہیے۔ اس وقت تو کسی کو یہ معلوم نہیں کہ لاہور شہر میں کتنے لاکھ موڑ سائیکل ہیں۔

جس پلازے میں جانا تھا، وہ مارکیٹ کے آخر میں تھا اور اگر مختلف سمت سے آئیں تو شروع میں تھا۔ وہاں پہنچا تو نظر آیا کہ گاڑیوں اور موڑ سائیکلوں کا ایک طوفان بد تیزی ہے اور پلازہ اس میں تیر رہا ہے۔ پارکنگ ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ارڈر گرد یکھا تو فٹ پاٹھ پر بھی لوگوں نے پارکنگ کی ہوئی تھی۔ فون پر جہاں جانا تھا، رابطہ کیا۔ وہ شخص اپنے آفس سے نیچے آ گیا۔ مگر وہ بھی بے بس تھا۔ کوئی گنجائش ہی نہیں تھی کہ گاڑی کو محفوظ نہیں بلکہ غیر محفوظ طریقے سے ہی پارک کر دیا جاتا۔ انتہائی ادب اور تکلیف کے ملے جلدی جذبات سے اپنے اس دوست سے معدرت کی اور واپس آ گیا۔ وجہ صرف گاڑی کی پارکنگ کا نہ ملنا تھا۔ گھروال پس پہنچنے تک تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ انتہائی اہم بات جو ذہن سے نکل گئی۔ پوری برکت مارکیٹ میں ٹریفک پولیس کا ایک بھی سپاہی موجود نہیں تھا۔ دو پہر کو اتنی غیر منظم جگہ پر انکانہ ہونا ایک عجوبہ تھا۔ مگر اس ملک میں قائدین سے لیکر عوام میں ہر طرح کے نوادرات اور عجوبے موجود ہیں۔ لہذا گلہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کوئی مقصد نہیں۔ گلے سے مسائل حل نہیں ہوتے۔

عرض کرنے کا مقصد حد درجہ سادہ ہے۔ تمام بڑے شہروں کی طرح لاہور کی ٹریفک وہ اژدہا بن چکی ہے جو اس شہر کے مکینوں کا سکون نگل چکا ہے۔ دن کے مصروف اوقات میں کہیں بھی چلے جائیے۔ بالکل ایک جیسا حال ہے۔ بے تربی، وہی بے ہنگام قسم کی ٹریفک، ٹریفک پولیس کے عملہ کا نہ ہونا یا مکمل طور پر غیر فعال ہونا۔ یہ صرف ایک شہر کی کہانی نہیں۔ کراچی سے چلیے اور ہر شہر میں سے گزرتے جائیے۔ آپ کو بد نظمی انتہائی منظم طریقے سے نظر آئیں۔ کیا واقعی ٹریفک ایک اتنا بڑا مسئلہ ہے، جسکو کنٹرول کرنا ناممکن ہے۔ ہر گز نہیں۔ بالکل نہیں۔ دنیا میں ہرقامت کے شہر موجود ہیں۔ نیویارک، ماسکو، لندن، ٹوکیو اور دیگر جگہ چلے

جائیے۔ ہر شہر میں، ٹریفک کے جن کو بوتل میں بند کرنے کے خاطر خواہ انتظام موجود ملتے ہیں۔ حکومتوں نے شہریوں کی سہولت کیلئے ہر ممکنہ قدم اٹھائے ہیں۔ پہلک ٹرانسپورٹ کو حد درجہ آرام دہ کر دیا گیا ہے۔ ٹرین کے سفر کو فوکیت دی گئی ہے۔ نیویارک کی مثال لیجئے۔ انڈر گراؤنڈ ٹرین 1870 میں موجود تھی۔ الیفر ڈیچ نے دراصل 1869 میں انڈر گراؤنڈ سب وے کا کامیاب تجربہ کر لیا تھا اور صرف ایک سال بعد یہ عام لوگوں کے استعمال کیلئے موجود تھی۔ آج اسکی چھتیں شاخیں ہیں۔ مجموعی طور پر اٹھائیں طرح کی مختلف ٹرینیں چلتی ہیں۔ 2019 میں نیویارک سب وے پر پونے پچاس کروڑ لوگوں نے سفر کیا۔ اس میں ارب پتی لوگوں سے لیکر مزدور طبقہ، سبھی شامل تھے۔ لندن کی مثال سامنے رکھیے۔ 1851 میں میٹرو پلیٹین ریلوے کو عام آدمی کی سہولت کیلئے انڈر گراؤنڈ ٹرین بنانے کی اجازت مل چکی تھی۔ شروع میں کوئی کے انہج اور لکڑی کی بوگیاں استعمال ہوتی تھیں۔ دنیا میں عام آدمی کیلئے انڈر گراؤنڈ ٹرین یا سب وے کی پہلی منظم کوشش تھی۔ جس وقت برطانوی حکومت، لوگوں کے ٹریفک کے مسائل حل کرنے کیلئے یکسو تھی اور دوسری مغربی حکومتیں اسکی نقل کرنے میں مصروف تھیں۔ عین اسی وقت برصغیر میں حد درجہ دولت ہونے کے باوجود کسی فقہ کی عوامی سطح کی ترقی یا سہولتوں کا رجہان دیکھنے میں نہیں آتا۔ 1857 سے پہلے کی عرض کر رہا ہوں۔ بیہاں نواب، راجہ، مہاراجہ، سلطان اور بادشاہ موجود تھے۔ جنکے پاس دنیا کی تقریباً چالیس فیصد دولت موجود تھی۔ مگر شاندار محلات، قلعے، مذہبی عمارتیں، مقبرات بنانے کے علاوہ ان میں کوئی وصف نہیں تھا۔ ہاں، ایک شوق ہندوستان کے مقندر طبقے میں کیساں تھا۔ وہ تھائینکڑوں بلکہ کئی بارہزاروں کی تعداد میں خواتین پر بنی حرم رکھنے کا شوق۔ اس میں ہندو یا مسلمان بادشاہوں میں رتی بھر کا بھی فرق نہیں تھا۔ عوامی بھبھوڈ کیلئے جدید سوچ کا مکمل فقدان تھا۔

آج حالات کافی حد تک تبدیل ہو چکے ہیں۔ مگر ہماری حکومتوں کا عوامی فلاں کیلئے با مقصد اقدامات کرنے کا رجہان انہنہائی پست ہے۔ کوئی قرض لیکر میٹرو بناتا ہے، پھر ہر وقت اپنی کامیابی کا ڈھول پیٹتا ہتا ہے۔ کوئی غریب لوگوں کیلئے ایک پلاسٹک کارڈ بناتا ہے، اور مبارک باد لیتے لیتے دم پھلا دیتا ہے۔ جدید دنیا کی طرز پر ہمیں کوئی سہولت میسر نہیں۔ بہر حال یہ مرثیہ ہے اور ٹریفک کی بد نظمی اس مرثیے کا معمولی ساحصہ ہے۔ ہاں، یاد آیا۔ سناء ہے، ہمارے صوبے میں ایک حکومت بھی ہے۔ جسکے ماشاء اللہ ایک وزیر اعلیٰ بھی ہیں۔ بتاتے ہیں کہ وہ ہر کام مرکزی حکومت سے پوچھ کر سرانجام دیتے ہیں۔ چلیے، ٹریفک کے معاملہ میں ہی کوئی کارکردگی دکھانے کی جسارت کر دیں۔ لا ہور کو مزید بد صورت ہونے سے بچالیں۔ شاندوزیر اعلیٰ کے پاس، ٹریفک کو درست کرنے کا وقت نہیں یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کام بھی مرکزی حکومت سے پوچھنا پڑے؟

راو منظر حیات

